قانونِ مکافاتِ عمل

مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب ۔ راولپنڈی صدر

ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ نے ایک طبعی قانون مقرر کر دیا ہے جس کے موافق دنیا کے سارے کاروبار چل رہے ہیں۔ جو کچھ توڑ پھوڑ کا ہنگامہ دنیا میں بپا ہے اور عقلِ انسانی جو کچھ ایجاد و اختراع کر رہی ہے۔ یہ سب کچھ اسی طبعی قانون کی طفیل ہے۔

ہزاروں برس سے آگ میں تپش ہے۔ اس میں جلانے کی قوت ہے۔ پانی پیاس بجھاتا ہے۔ ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔ سنکھیا انسانی زندگی کو ختم کرتا ہے۔ اور تریاق زہر کے اثرات کو زائل کرتا ہے۔ دواؤں کے استعمال سے بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ غذا کھانے سے کمزور و ناتواں بدن قوت و طاقت حاصل کرتا ہے۔ جبر و تشدد کے ذریعہ کمزوروں پر غلبہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اسلحہ دشمنوں کو زیر کرنے کے لئے تیار کیا جاتا ہے۔ زمیندار کی محنت سے اناج اور غلہ اگتا ہے۔ تاجر جد و جہد سے اپنے لئے وسائلِ زندگی مہیا کرتا ہے۔ مزدور اپنی مشقت سے خون پسینہ ایک کر کے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہے۔ تنظیم سے ایک بکھری ہوئی قوم بنیان مرصوص بن جاتی ہے۔

یہ سب چیزیں اپنا اپنا اثر رکھتی ہیں۔ اور خدا کے قانونِ طبعی کے مطابق دنیا کا ذرہ ذرہ سرگرم عمل ہے۔ اسی طرح اس کا ایک قانونِ مکافاتِ عمل بھی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اچھے اور برے اعمال و اخلاق اپنا اثر رکھتے ہیں۔ فرد اور قوم کی اصلاح اور فساد کا دار و مدار اچھے اور برے اعمال پر ہے۔ اگر کسی فرد یا قوم کے سامنے اچھے اعمال و اخلاق کا راستہ ہوگا تو اس کا اثر خیر و فلاح کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ اور اگر کسی فرد یا قوم نے اعمالِ بد اور اخلاق سیئہ کی راہ تجویز کر لی ہے۔ تو نتیجہ ناکامی، خسران، تباہی اور بربادی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

قرآن نے اس حقیقت کا اظہار بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ اور بار بار انسانوں کو متنبہ کیا ہے۔

کہ انسانی اعمال و اخلاق انسان کی زندگی میں بڑا موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ گذشتہ اقوام کی ہلاکت اور تباہی کا جو ہولناک منظر قرآن نے کھینچا ہے۔ اس سے انسانی اعمال کے نتائج پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

آپ گذشتہ اقوام کے حالات قرآن میں پڑھئے۔ اس سے اندازہ ہوگا۔ کہ جو بیماریاں ان میں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور جس غلط راہ پر وہ لگے ہوئے تھے، یہ ہلاکت اور تباہی اس کا قدرتی نتیجہ تھا۔ اور خود انسان اس کا ذمہ دار تھا۔ انسان اپنی بے بسی اور قدرت سے محرومی کی آڑ لیکر ان نتائج سے بچ نہیں سکتا ـــــ بعض جرائم تو ایسے ہیں جو گذشتہ امتوں میں مشترک ہیں۔ اور بعض جرائم ایسے ہیں۔ کہ جو بعض اقوام کی امتیازی شان بن چکے تھے۔ دونوں قسم کے جرائم کو مٹانے کے لئے پیغمبرانہ دعوت سامنے آئی جس کا مقصد انسانی جرائم کی نشاندھی اور ان سے بچنے کے طریقے متعین کرنا تھا۔

قوم ہودؑ۔ قوم صالحؑ۔ قوم لوطؑ۔ قوم شعیبؑ میں شرک اور بت پرستی مشترکہ جرم تھا۔ اور جس کے مٹانے کیلئے ہر پیغمبرؑ کی زبان پر یہ دعوت تھی۔ یٰقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہٗ۔ (اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی تمہارا حاکم نہیں سوائے اس کے۔)

اس مشترکہ جرم کے علاوہ دوسرے امور میں ہر ایک قوم کی الگ الگ راہ تھی۔ کوئی کم تولنے اور لوگوں کو دھوکہ دینے میں مبتلا تھی۔ کوئی غیر فطری طور پر شہوت برآری کے قبیح فعل میں محو تھی۔ کوئی شعائر اللہ کی بے حرمتی اور بے عزتی اپنا مشن بنائے ہوئے تھی۔ یہ ایک طویل فہرست ہے۔ جو ان قوموں کے حالات میں قرآن کریم نے شمار کی ہے۔

قرآنی آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ امم سابقہ کے ہلاک ہونے کی وجہ صرف شرک و بت پرستی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دوسرے جرائم و معاصی جو ان قوموں میں نفوذ کر چکی تھیں، وہ بھی خدا کے غضب کو دعوت دینے کا باعث بنیں ـــــ چند قوموں کا حال آپ دیکھئے:

قوم عاد | اس قوم کے سامنے حضرت ہودؑ نے سب سے پہلے توحید کی دعوت پیش فرمائی۔ کیونکہ بت پرست تھے۔ فرمایا یٰقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہٗ۔ (اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی۔ کوئی تمہارا حاکم نہیں سوائے اس کے۔) یہ ایک مشترکہ جرم تھا۔ دوسرے جرائم کی نشاندہی اس طرح کی گئی۔ ۱۔ پہلا جرم دنیا میں انہماک، آخرت فراموشی اور نمائش کے

لئے بڑی بڑی بلڈنگوں کی تعمیر۔ حضرت ہود نے فرمایا اتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون۔ وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون۔ (کیا بناتے ہو ہر اونچی زمین پر ایک نشان کھیلنے کو اور بناتے ہو کاریگریاں شاید تم ہمیشہ رہو گے۔) اس قوم کا تصور یہ تھا کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا ہے۔ اس لئے مضبوط قسم کی عمارتیں بناتے اور مختلف قسم کی کاریگریاں اس میں دکھاتے۔

۲۔ دوسرا جرم۔ ظلم وستم اور مخلوق خدا پر جبر و تعدی۔ اسکی نشاندہی ان الفاظ میں کی گئی: واذا بطشتم بطشتم جبارین۔ (اور جب ہاتھ ڈالتے ہو تو پنجہ مارتے ہو ظلم سے) یعنی ظلم وستم سے زیردستوں اور کمزوروں کو تنگ کر رکھا ہے۔ گویا انصاف اور نرمی کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ خدا کی مخلوق کو جبر و تعدی تختۂ مشق بنایا ہوا ہے۔

۳۔ تیسرا جرم۔ انبیاء سے ہنسی مذاق اور ان کا تمسخر اڑانا۔ قرآن نے فرمایا: قال الملاء الذین کفروا من قومہ انا لنراک فی سفاھۃ وانا لنظنک من الکاذبین۔ (بولے سردار جو کافر تھے اسکی قوم میں۔ ہم تو دیکھتے ہیں تجھ کو عقل نہیں۔ اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں۔) کافروں نے اپنی عادت کے موافق پیغمبر کو بے عقل اور جھوٹا کہا۔ اور مقصد پیغمبروں کی دانا اور پاکیزہ جماعت سے تمسخر اور استہزا تھا۔

۴۔ چوتھا جرم۔ ہٹ دھرمی اور غلط کام پر ڈٹے رہنا۔ قرآن نے فرمایا: قالوا اجئتنا لنعبد اللہ وحدہ ونذر ما کان یعبد آباءنا۔ فأتنا بما تعدنا ان کنت من الصادقین۔ (بولے کیا تو اس واسطے ہمارے پاس آیا کہ ہم بندگی کریں اکیلے اللہ کی۔ اور چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے۔ پس تو لے آ ہمارے پاس جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے۔ اگر تو سچا ہے۔) یعنی ہم اپنے غلط راستے سے نہ ہٹیں گے۔ اور تمہاری نصیحتوں سے باز نہ آئیں گے۔ سورۂ شعرا میں اس جرم کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: قالوا سواء علینا أوعظت أم لم تکن من الواعظین ان ھذا الا خلق الاولین۔ (بولے ہم کو برابر ہے تو نصیحت کرے یا نہ بنے تو نصیحت کرنیوالا۔ اور کچھ نہیں یہ باتیں عادت ہے اگلے لوگوں کی۔)

۵۔ پانچواں جرم۔ تکبر اور اپنی طاقت پر فخر و غرور۔ قرآن نے فرمایا: واما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق وقالوا من اشد منا قوۃ۔ (سو جو عاد تھے وہ تو غرور کرنے لگے ملک میں ناحق اور کہنے لگے کون ہے ہم سے زیادہ زور میں۔)

(باقی آئندہ)